جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو..........

مولانا محمد معاویہ سعدی استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے

اِس وقت مسلمانوں کو جن عالمی، یا ملکی حالات کا سامنا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، اور حالات کے تناظر میں جو مختلف تدابیر اِختیار کی جارہی ہیں، یا درپیش خطرات وخدشات کے سد باب کی اپنے اپنے طور پر فکر کی جارہی ہے، وہ یقیناً حالات کا تقاضا اور دارالاسباب کا حق ہے، ہمارے زعماء اور قائدین اِن حالات سے نمٹنے، یا ان کے شر کو دفع کرنے کے لیے جو بھی جائز اِقدامات فرمانا چاہتے ہیں وہ پوری جرأت، ہمت اور استقامت کے ساتھ فرمائیں،قوم منتظر بھی ہے، اور کامیابی کے لیے دعا گو بھی، اللہ اُن کا اور ہم سب کا ناصر وحامی ہو۔

مگر اِس وقت ہم سب کو اِس پہلو پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ وقتی شور ہنگاموں کے ذریعہ مسائل کا حل کب تلک؟ ظاہر ہے کہ یہ وقتی کوششیں مرتے ہوئے کو وینٹی لیٹر کی طرح چند مصنوعی سانسیں تو دلاسکتی ہیں، مگر یہ مسائل کا اصل اور دائمی حل نہیں ہیں، مسلمانوں کے وجود، بقا، اور ترقی کے اسباب، اسی طرح مسائل، مشکلات اور دشواریوں کا حل تو بس وہیں ہے جہاں سے ’’اِسلام‘‘ کا تصور قائم ہے، یعنی کتاب اور سنت۔

کسی بھی زمانے میں، اور کسی بھی طرح کے حالات میں، کتاب وسنت کی ہدایات کو نظر انداز کرکے، اپنی اپنی عقل وفہم سے جو بھی کوششیں کی جائیں گی، اور جو بھی تدابیر اِختیار کی جائیں گی، وہ کم از کم مسلمانوں کو تو ہرگز موافق نہیں آسکتیں، کہ ’’مسلمان‘‘ کہتے ہی ہیں اپنی عقل اور تجربے کے بجائے ’’اللہ ورسول کی فرمانبرداری کرنے والے‘‘ کو۔

یہ بھی ’’مادہ پرستی‘‘ کا حصہ ہے کہ انسان کی نظر صرف ظاہری اَسباب وتدابیر ہی میں

محصور رہے، اپنی کامیابیوں اور حصولیابیوں کو اپنی ظاہری محنت وکاوش کا نتیجہ سمجھے، اور ناکامیوں اور محرومیوں کو صرف ظاہری اَسباب وتدابیر کی کمی کا انجام قرار دے، ہمارے بہت سے ہمدردانِ قوم جب قوم کا رونا روتے ہیں تو یہی کہ فلاں صدی تک ہم نے سائنس پڑھی، قرطبہ اور بغداد کی جامعات قائم کیں، اِس لیے ہم ترقی کرتے رہے، اور جب ہم سائنس اور اِیجادات میں سست پڑے تو تنزلی کا شکار ہو گئے!!

یہ حضرات بھی تاریخ کے ساتھ کتنی بڑی ناانصافی، اور تحریف کاری کرتے ہیں کہ "اسلام" کی تاریخ پر گفتگو کرتے ہیں، اور اُس کی ابتدا ہی کو نظر انداز کردیتے ہیں، اُس کی درخشاں اور منور تاریخ کے سب سے سنہرے دور (خیر القرون) ہی کو فراموش کر بیٹھتے ہیں، جہاں نہ سائنس پر گفتگو تھی، نہ اِیجادات کی فکر، نہ ٹیکنالوجی کا سبجیکٹ (Subject) تھا، نہ اِختراعات کا موضوع۔

غبارِ رہ گذر ہیں کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اِکسیر گر نکلے

بلکہ ہم نے جہاں تک پڑھا اور غور کیا تو اسلام کے بالکل ابتدائی دور میں، مغلوبیت اور محکومیت کے زمانہ میں تو باقاعدہ سیاسی تدابیر بھی زیر بحث نہیں ہوتی تھیں، بلکہ وہاں کا اصل موضوع وہ تھا جو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی رضی اللہ عنہ کے دربار میں بیان کیا تھا:

"أيها الملك! كنا قوماً أهل جاهلية :نعبد الأصنام، ونأكل الميتة، ونأتي الفواحش، ونقطع الأرحام، ونسيء الجوار، يأكل القوي منا الضعيف، فكنا على ذلك حتى بعث الله إلينا رسولاً منا، نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه، فدعانا إلى الله لنوحده، ونعبده، ونخلع ما كنا نعبد نحن وآباؤنا من دونه من الحجارة والأوثان، وأمرنا بصدق الحديث، وأداء الأمانة، وصلة الرحم، وحسن الجوار، والكف عن المحارم والدماء، ونهانا عن الفواحش، وقول الزور، وأكل مال اليتيم، وقذف المحصنة ....." (مسند احمد ۴/ ۱۷۳)۔

(بادشاہ سلامت! ہم لوگ گنوار اور اَن پڑھ لوگ تھے: بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کیا کرتے تھے، رشتے ناطے کا خیال نہیں رکھتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کا حق دبالیا کرتا تھا، ہم لوگ اسی طرح کی بداخلاقیوں میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمارے درمیان ایک ایسا رسول بھیجا جس کا نسب، جس کی سچائی، جس کی امانت اور عفت وپاکدامنی ہمارے درمیان معروف ومشہور تھی، اُس نے ہمیں اِس بات کی دعوت دی کہ ہم اللہ کی توحید کا اقرار کریں، اُسی کی عبادت کریں، اور جن بتوں اور پتھروں کو ہم، یا ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے، اُن کی پرستش چھوڑ دیں، اور اُس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولا کریں، امانت ادا کیا کریں، رشتے ناطے جوڑا کریں، پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کریں، حرام کاموں اور ناحق خون بہانے سے باز آجائیں، برے کاموں، بری باتوں سے الگ ہوجائیں، یتیموں کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں کو تہمتیں لگانے سے توبہ کرلیں .....)۔

اِس وقت ہم سب کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی کریمانہ اَخلاق اور انتہائی شریفانہ وضع کا تصور کرتے ہوئے، آپ کی مجالس میں زیر بحث آنے والے مذکورہ بالا موضوعات پر غور کرنا چاہیے، پھر اُس کی روشنی میں اپنا اور اپنے گرد وپیش کا جائزہ لینا چاہیے کہ کیا ہم سب اَب بھی اُسی راستہ اور طریقہ پر ہیں جس پر ثابت قدم اور پختہ کار رہنے کی ہم کو ہدایت کی گئی ہے؟! اور جس کا ہم کو صرف عامل اور حامی ہی نہیں، بلکہ ''داعی'' بھی بنا کر بھیجا گیا ہے؟!

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ''اِسلام'' اور ''اِیمان'' قومی، یا خاندانی نسبتوں کا نام ہے؟ یا مخصوص عقائد اور اعمال سے وابستگی کا؟ سیاسی مسائل اور تدابیر تو بہت دور کی باتیں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مشرکانہ عقائد اور کافرانہ رسم ورواج کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا، جن برے اخلاق کے تزکیہ کو اپنا موضوع بنایا تھا، اور جس معاشرتی فساد کو دور کرنے کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی، کہیں ایسا تو نہیں کہ خدانخواستہ ہم (یا ہم میں کے اکثر) خود ہی ان میں مبتلا ہوتے جارہے ہیں؟

آج کل حال یہ ہے کہ موجودہ حالات کے بارے میں جب اپنے مسلمان بھائیوں سے دین وشریعت کے حوالے سے بات کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور کتاب وسنت کی نصوص کی روشنی میں اُن کو دعوتِ غور وفکر دی جاتی ہے، تو بہت سے لوگ ایسا انداز اِختیار کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ گویا اَب اِس زمانے میں قرآن وحدیث منسوخ ہوچکے ہیں، یا اُن کی تعلیمات مساجد اور عبادت گاہوں تک کے لیے محدود ہوچکی ہیں، معاشرے سے، اَفراد سے، قوم سے، قوم کے موجودہ حالات سے اُن کا کچھ لینا دینا نہیں۔

نعوذ باللہ یہ بڑی محرومی اور اِیمان کی کمزوری کی بات ہے، اِس میں اللہ پر، قرآن پر، رسول اللہ پر، حدیث پر، اور پوری شریعت اور اِسلام پر ناقص اور محدود ہونے کا الزام آتا ہے، جو نہایت خطرناک بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن دے کر، قیامت تک کے لیے آخری رسول، اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے اُسوہ اور نمونہ بنا کر بھیجا ہے، اِسی قرآن اور اُسوۂ نبوی کے مجموعے کا نام ''دین وشریعت'' اور ''اِسلام'' ہے، یہ خدائی قانون ہے جو قیامت تک لیے پوری دنیا والوں پر نافذ کیا گیا ہے، اِس کے جو ''محکم'' مسائل اور ''اَبدی'' اُصول ہیں وہ کبھی بھی منسوخ نہیں ہوسکتے، اور کوئی بھی عاقل بالغ اِنسان اُن کے تخاطب سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

اِس لیے موجودہ حالات میں ہم لوگوں کو سب سے پہلے اپنے اپنے دین کی فکر کرنے کی ضرورت ہے، جو کمزوریاں ہماری ذاتی زندگی، یا معاشرتی ماحول میں پیدا ہوگئی ہیں، اُن کو دور کرنے کی ضرورت ہے، غیبت، حسد، بغض وعناد، اِلزام واِتہام، بدگمانی، بدزبانی، خیانت، وعدہ خلافی، بے پردگی، تصویر کشی، اور منکرات سے صرفِ نظر، یہ سب ایسے گناہ ہیں جو دیندار سمجھے جانے والے معاشرے میں بھی داخل ہوچکے ہیں، اِس وقت بظاہر حالات کتنے سخت چل رہے ہیں، مگر اِن حالات میں بھی ہمارے پاس پڑوس اور محلوں میں شادیاں انہی فضول خرچیوں، کھلم کھلا گناہوں، گانے باجوں، بلکہ ناچ اور شیطانیت کے سارے طریقوں کے ساتھ ہورہی ہیں، ایسے میں سوچنا چاہیے کہ اللہ کی جو نصرت وحمایت: اِیمان،

اعمالِ صالحہ اور صبر وتقوی پر موقوف وموعود ہے، وہ ہماری طرف کیوں کر متوجہ ہو سکتی ہے؟

الحمدللہ ہمارا اور ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ فیصلے پارلیمنٹ میں نہیں، آسمانوں میں ہوا کرتے ہیں، اِس لیے کسی بھی فیصلہ کے سامنے آنے پر ایک مؤمن اور مسلمان کو سب سے پہلے اُدھر ہی رجوع کرنا چاہیے، اگر وہ فیصلہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہوا ہے تو گناہوں کو چھوڑ کر، توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے، اپنے کریم رب کو منانے کی فکر کرنی چاہیے، اور اگر وہ سخت فیصلہ ہماری آزمائش وابتلا کے طور پر آیا ہے تو اُس کو تکوین کا حصہ سمجھ کر اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے، اور ایسے وقت میں دیگر مشروع تدابیر کے ساتھ ساتھ، بطور خاص اِنابت الی اللہ، اور صبر وتقوی کا دامن مضبوطی سے تھام لینا چاہیے، اور اُس بلاء اور امتحان میں نرمی اور کامیابی کی دعامیں لگ جانا چاہیے۔

یادرکھنا چاہیے کہ یہ مشکل حالات اگر سزا کا حصہ ہوتے ہیں تو اُن سے ہمارے گناہ معاف ہوکر، آخرت کا مرحلہ آسان ہوجاتا ہے، اور اگر ابتلاء کا حصہ ہیں تو یہ ہمیں ''اونچا اُڑانے'' کے لیے ہوتے ہیں، مؤمن کا کوئی حال افسوس، غم اور حسرت کا نہیں ہوتا، یہ سب تو کافروں، اللہ کے باغیوں اور نافرمانوں کے نصیب کی چیزیں ہیں، ایک صاحبِ ایمان کا ہر حال میں فائدہ ہی فائدہ رہتا ہے:

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

شِعبِ ابی طالب کی تین سالہ قید اور وہاں کی سختیاں تاریخ سے واقف کوئی مسلمان کیوں کر بھول سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھوک مٹانے کے لیے پتے تک چبانے پڑ گئے تھے، مگر اُس کا انجام اور نتیجہ کتنا خوش گوار سامنے آیا، کہ چند ہی سالوں کے بعد حاکم محکوم بن گئے، غالب مغلوب ہو گئے، اور طاقت کے نشہ میں چور، ظلم وستم پر آمادہ لوگ، خود مظلوموں ہی سے رحم وکرم کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے: تلك الأيام نداولها بين الناس (یہ سیاسی حالات تو ہم الٹتے پلٹتے رہتے ہیں تا کہ

لوگوں کو بطور حاکم اور مختار کے بھی آزمایا جائے، اور بطور محکوم و مجبور کے بھی پرکھا جائے، ہر حال میں ''لیبلو کم أیکم أحسن عملاً'' کا عمل جاری رہے)۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کن کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، اور اُن حوصلہ شکن حالات میں بھی اُنھوں نے کس ہمت و استقلال اور صبر و استقامت کا مظاہرہ فرمایا، کہ تاریخ اُس کی مثالیں بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، ہم لوگوں کو بھی اِس وقت مخلوق سے ڈرنے، یا مخلوق پر نظر کرنے کے بجائے، پوری ہمت و جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے، اور اپنے اندر دینی استقلال و اِستحکام پیدا کرنے کی ضرورت ہے، کہ اِسی پر اللہ کا وعدہ ہے، اور اللہ اپنے وعدہ میں بالکل سچا ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں، نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

طابع، ناشر، مدیر (مولانا) محمد سلمان (صاحب)
ناظم مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور نے سہارنپور
الیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ
مظاہرعلوم سہارنپور سے شائع کیا